"احمدی جماعت"

علّامہ نیاز فتحپوری کی نگاہ میں

النّاشِر
ناظرِ دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان

بار اوّل — جنوری ۱۹۶۰ء

یہ مختصر نوٹ برِعظیم ہندو پاکستان کے مشہور صاحبِ قلم علامہ نیاز فتحپوری نے تحریر کیا اور اپنے ماہنامہ "نگار" لکھنؤ اگست ۱۹۵۹ء میں شائع کیا

احمدی جماعت

"اب سے تقریباً ۶۰ سال پہلے کی بات ہے جب مناظرہ کی ایک کتاب "سرمہ چشم آریہ" میری نگاہ سے گذری اور یہ تھا میرا اولین غائبانہ تعارف اس کتاب کے مصنف جناب مرزا غلام احمد صاحب (بانیٔ جماعت احمدیہ) سے۔ میرے والد کو اس فن سے خاص دلچسپی تھی. اور یہ کتاب انہی کے اشارہ سے میں نے پڑھی تھی۔ یہ زمانہ میری طالب علمی کا تھا۔ اور بعض معقولی اساتذہ کے زیرِ اثر مذہب کا مجادلانہ ذوق میرے اندر بھی نشو و نما پا رہا تھا۔ اس لئے یہ کتاب مجھے بہت پسند آئی اور بار بار میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ لیکن یہ مطالعہ صرف کتاب ہی تک محدود رہا۔ اور خود مرزا صاحب کی شخصیت یا ان کی مذہبی تبلیغ و اصلاح پر غور کرنے کا موقعہ مجھے نہ مل سکا۔ کیونکہ اس کی اہلیت و فرصت دونوں مجھے حاصل نہ تھیں۔ اول تو میں بہت کم سن تھا۔ دوسرے درسِ نظامی کی "قال اقول" اور اس کی روایت پرستانہ گرفت سے کہاں چھٹکارا تھا کہ میں آزادی کے ساتھ کسی مسئلہ پر غور کر سکتا۔ تاہم یہ کتاب مرزا صاحب کی وسعتِ مطالعہ اور قوّتِ استدلال کا بڑا گہرا اثر میرے ذہن و فکر پر چھوڑ گئی اور عرصہ تک میں اس سے متاثر رہا۔ مجھے نہیں معلوم کہ

احمدی تحریک کا آغاز اس وقت تک ہو چکا تھا یا نہیں اور اگر ہو چکا تھا تو اس کے مقاصد و دعاوی کیا تھے۔ لیکن اس کے بعد ضرور کوئی نہ کوئی آواز اس جماعت کے متعلق میرے کانوں میں پڑ جاتی تھی اور وہ آواز یکسر مخالفانہ ہوتی تھی۔

زمانہ گذرتا گیا اور ختم تعلیم کے بعد بھی عرصہ تک میں احمدی تحریک سے بے خبر رہا۔ لیکن اس دوران میں بعض ایسی کتابیں ضرور میری نگاہ سے گذرتی رہیں جو اس تحریک کی مخالفت میں شائع ہوئیں اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ میں ان سے متاثر بھی ہوا۔ لیکن یہ تاثر زیادہ تر سلبی قسم کا تھا ایجابی نہ تھا کیونکہ جو کچھ میں نے سُنا وہ مخالفین کی زبان سے سُنا خود اس جماعت کے لٹریچر کی طرف سے میں بالکل خالی الذہن تھا۔

ان کتابوں نے بعض عجیب وغریب باتیں میرے ذہن نشین کرا دی تھیں مثلاً یہ کہ یہ جماعت اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتی ان کی مسجدیں اور نمازیں جمہور سے علیحدہ و مختلف ہیں۔ وہ غیر احمدی جماعتوں سے رشتۂ مصاہرت بھی قائم نہیں کرتے۔ نیز یہ کہ مرزا صاحب ختم نبوّت کے قائل نہ تھے اپنے آپ کو مثیلِ مسیح یا مہدی موعود کہتے تھے۔ وحی و الہام کا مہبط بھی قرار دیتے تھے۔ اور برطانوی حکومت کی حمایت حاصل کرنا ان کی تحریک کا حقیقی مقصد تھا۔

اس میں شک نہیں ان میں سے بعض باتیں مجھے پسند نہیں آئیں اور میں اس تحریک کو بہ نظرِ استخفاف دیکھتا رہا۔ لیکن جب اس کے بعد میں نے دائرہ تقلید و روایات سے ہٹ کر غایتِ مذاہب کا مطالعہ شروع کیا اور انہی علماءِ اسلام کے اقوال، افعال و کردار کو سامنے رکھا جو اس تحریک کے سخت دشمن تھے تو میں اس نتیجہ پہ پہنچا کہ اگر احمدی

جماعت گمراہ ہے تو غیر احمدی جماعتیں اور ان کے اکثر علماء (خواہ وہ سُنّی ہوں یا شیعہ، مقلد ہوں یا غیر مقلد، اہلِ قرآن ہوں یا اہلِ حدیث) کہیں زیادہ گمراہ ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ کو خاتم النبیّین ماننے کے بعد بھی وہ اُسوۂ نبوی کا اتنا احترام نہیں کرتے جتنا احمدی جماعت باوجود انکارِ ختمِ نبوّت کے (حالانکہ یہ الزام صحیح نہیں) کرتی ہے۔

اگر اسلام کی صحیح رُوح محض بلندیٔ اخلاق و انسانیت پرستی ہے جس کا تعلق یکسر عملی زندگی سے ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کی ایک بے عمل جماعت کو تو ہم سچا مسلمان سمجھیں اور دوسری باعمل جماعت کو کافر و غیر مسلم قرار دیں محض اس لئے کہ اس کا بانی وند مسِس کچھ ایسی باتیں کہتا ہے جو ناقابلِ قبول معلوم ہوتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جو چند مخصوص شعائر و معتقدات نہ رکھتا ہو۔ لیکن حقیقی مقصد محض اصلاحِ اخلاق ہے اور عبادات و معتقدات صرف ذریعہ ہیں تمدّن و معاشرہ کی تنظیم اور اخوت و انسانیت کی ترویج و اشاعت کا۔

پھر اس حقیقت کے پیشِ نظر آپ مسلم جمہور اور ان کے علماء کے حالات و کردار کا مطالعہ کریں گے تو صورتِ حال بالکل "واژگوں" نظر آئیگی۔ کیونکہ ان کے نزدیک اسلام کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ چند مابعد الطبیعاتی عقائد کو تسلیم کر کے رسمی عبادت کر لی جائے۔ اور ہیئتِ اجتماعی کے مسائل خیر و فلاح کو خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ حالانکہ خدا نے یہ چیز خود انسان پر چھوڑ دی تھی۔

—— ⁂ ——

(لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی)

اس سلسلہ میں جب میں نے مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کا مطالعہ کیا تو عملی زندگی اور اصلاحی جد و جہد کے لحاظ سے کئی جماعتیں سامنے آئیں۔ بوہرہ میمن، خوجہ، بہائی اور احمدی۔ ان میں سے اول الذکر تین جماعتوں کو میں نے نظر انداز کر دیا کیونکہ وہ ایک مخصوص دائرہ کے اندر محدود ہیں جس میں کوئی غیر شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ بہائیوں کا دائرہ عمل بے شک زیادہ وسیع ہے اور عقائد سے قطع نظر اخلاقی حیثیت سے اس کی وسعت نظر مجھے پسند آئی۔ لیکن چونکہ یہ عجمی تحریک ہے اور سرزمین ہند سے اس کا کوئی تعلق نہیں اسلئے اسکی کامیابی یہاں مجھے بہت مستبعد نظر آئی۔ اب رہ گئی تھی صرف احمدی جماعت سو بے اختیار میرا جی چاہا کہ ان کی زندگی کا قریب تر مطالعہ کی غرض سے خود قادیان جاؤں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ ارادہ فی الحال پورا نہ ہو سکا۔ (ممکن ہے کبھی پورا ہو جائے) اور ان کا لٹریچر فراہم کر کے اس کا مطالعہ شروع کیا۔ پھر میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ از اول تا آخر میں نے اس کا سارا لٹریچر پڑھ لیا ہے۔ لیکن جتنا کچھ میسر آیا وہ بھی نتیجہ تک پہنچنے اور صحیح رائے قائم کرنے کے لئے کافی تھا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ان کے معتقدات میرے سامنے آئے اور ان میں کوئی بات مجھے ایسی نظر نہ آئی جو جمہور مسلم کے معتقدات کے منافی ہو۔ یعنی مسلمان ہونے کی جو شرطیں دوسری مسلمان جماعتوں میں ضروری قرار دی جاتی ہیں وہی ان کے یہاں بھی ہیں۔ اور ان کے اس عقیدہ کو نظر انداز کر دیا جائے کہ مرزا غلام احمد مثیل مسیح یا مہدی موعود تھے تو تمام عقائد و شعار میں یکساں ہیں۔ میں نے ان کی تفاسیر دیکھیں۔

ان کا استناد بالاحادیث دیکھا۔ ان کی کتب تاریخ و سیر کا مطالعہ کیا لیکن ان میں کوئی بات ایسی نظر نہیں آئی جو مسلمہ جمہور کے خلاف ہو یہاں تک کہ انکارِ ختمِ نبوت کا الزام بھی مجھے بالکل غلط نظر آیا۔

رہا دعوئ مہدویت سو اس سے انکار کی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آئی۔ جب کہ خود کلام مجید سے ہر زمانہ اور ہر قوم میں کسی نہ کسی ہادی و مصلح کا پیدا ہونا ثابت ہے۔ اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے۔ وہ واقعی اپنے آپ کو مہدئ موعود سمجھتے تھے اور یقیناً انہوں نے یہ دعویٰ ایسے زمانہ میں کیا جب قوم کی اصلاح و تنظیم کے لئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی۔ علاوہ اس کے دوسرا معیار جس سے ہم کسی کی صداقت کو جان سکتے ہیں نتیجہ عمل ہے۔ سو اس باب میں احمدی جماعت کی کامیابیاں اس درجہ واضح و روشن ہیں کہ اس سے ان کے مخالفین بھی انکار کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اس وقت دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ان کی تبلیغی جماعتیں اپنے کام میں مصروف نہ ہوں اور انہوں نے خاص عزت و وقار حاصل نہ کر لیا ہو۔ پھر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کامیابیاں بغیر انتہائی خلوص و صداقت کے آسانی سے حاصل ہو سکتی تھیں۔ کیا یہ جذبہ خلوص و صداقت کسی جماعت میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر اسے اپنے ہادی و مرشد کی صداقت پر یقین نہ ہو۔ اور کیا وہ ہادی و مرشد اتنی مخلص جماعت پیدا کر سکتا تھا۔ اگر وہ خود اپنی جگہ صادق و مخلص نہ ہوتا۔

بہر حال اس سے انکار ممکن نہیں کہ مرزا صاحب بڑے

مخلص انسان تھے اور یہ محض ان کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کی بے عمل جماعتیں عملی زندگی کا احساس پیدا ہوا اور ایک مستقل حقیقت بن گیا۔

"دمید دانہ بالید و آشیانہ گشت"

ضروری نوٹ

علامہ نیاز صاحب فتحپوری کی طرف سے مذکورہ نوٹ ماہنامہ نگار لکھنؤ اگست ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کراچی کے مسٹر غبار یاور صاحب نے مولانا موصوف کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں بعض شنیدہ اعتراضات جن کا اصولی جواب جماعت احمدیہ کی طرف سے متعدد بار شائع ہو چکا ہے دہرائے۔ علامہ موصوف نے غبار یاور صاحب کے خط کے ضروری اقتباسات اپنے رسالہ نگار کے "باب المراسلہ والمناظرہ" میں "احمدی جماعت" کے عنوان کے تحت ماہ نومبر ۱۹۵۹ء کے شمارہ میں شائع کئے۔ اور ساتھ ہی ان کا محققانہ اور مدلل جواب شائع فرمایا۔ قارئین کرام کے ملاحظہ کے لئے یہ سوال وجواب درج ذیل ہیں۔

مرتب

خط غبار یاور صاحب کراچی

حضرت محترم

قادیانیت کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا وہ بظاہر صحیح اور بہ باطن غلط ہے۔ ان لوگوں نے انگریزی زبان میں جتنا لٹریچر شائع کیا ہے وہ نہایت عمدہ اور پڑھنے کے قابل ہے۔ لیکن دوسرے ملکوں خصوصاً اسلامی ملکوں میں یہ لوگ اختلافی مسائل کو بالکل نہیں ابھارتے بلکہ عام مسلمانوں ہی کے خیالات پیش کرتے ہیں۔

ان لوگوں نے ایک تحریک یہ بھی چلائی تھی کہ کعبہ سے اسود کا ایک ٹکڑا لاکر وہاں نصب کیا جائے۔ لیکن اس شخص کو جس نے یہ حرکت کی سعودی حکومت نے قتل کرا دیا تھا۔ پنجاب میں ان لوگوں نے اس طرح یہ تحریک چلائی تھی جیسے قرامطہ اور بابیوں کی۔ ایک طوفان قتل وغارتگری اور ہنگامہ مچا رکھا تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ طریقہ کارگر نہ ہوا اور ختم ہو گیا۔

پاکستان میں ان کا مستقر ربوہ ہے۔ یہاں پر قصر نبوت، قصر خلافت، قصر ام اقدس، اور جنت اور دوزخ بھی ہے اور جن سے عیاشی کا سلسلہ بھی موجود ہے جیسا قدیم عبادت گاہوں میں ہوتا تھا یہ باتیں بڑی تفصیل چاہتی ہیں۔ آپ نے جو ان کی کامیابیوں کا ذکر کیا ہے بظاہر وہ کامیابیاں نظر آتی ہیں لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ ان کے اثرات نے کتنا فاسد مادہ پیدا کر دیا ہے۔ ان کے پاس اچھے وسائل ہیں تنظیم مضبوط ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے نتائج بھی ایسے ہی ہونگے۔

پاکستان آنے کے بعد مَیں نے ان کا وہ لٹریچر بھی پڑھا جو اُردو میں تھا اور جس میں وہ اپنے اصلی رُوپ میں ظاہر ہوئے ہیں۔ مرزا صاحب مرحوم بڑے قابل انسان تھے۔ انیسویں صدی تک تو وہ بڑی معقول باتیں لکھتے رہے۔ لیکن یکایک ان کا دماغی توازن بگڑا اور نہ جانے کیوں ہذیان بکنے لگے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی زندگی کے آخری دس بارہ سالوں کی تحریروں نے ان کی علمیّت و قابلیت کو سخت نقصان پہونچایا۔ پاکستان میں آج کل قادیانی مشن کا یہ طریقہ ہوگیا ہے کہ ان کی ابتدائی تحریروں کو بڑے جوش و خروش کے ساتھ منظرِ عام پر لاکر انھیں ایک عظیم فلسفی کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔

مرزا صاحب شاعر بھی تھے۔ شاعری کے لوازم یعنی ذوق وجدان سے بالکل بے بہرہ تھے۔ مگر ان کے کلام کا اس نظر سے مطالعہ کرنا چاہیئے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے نبی اور مسیح ہونے کا نہایت مضحک نقشہ کھینچا ہے۔

دراصل اس جماعت میں پڑھے لکھے اور بڑے بڑے لوگ شامل ہیں۔ ان کا انداز تحریر نہایت عمدہ، مدلل اور مؤثر ہوتا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کو متاثر کرتا ہے جو خود بھی اپنا نقطۂ نظر مولویانہ نہیں رکھتے۔ مَیں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ علماؤں کی طرف سے ان پہ جو اعتراضات کئے گئے وہ نہایت سطحی قسم کے تھے۔ اس میں قصور علماء یا ان کے اسلام کا نہیں ہے۔ بلکہ اس نظریّت کا ہے جس کو یہ بیچارے آج تک طوق کی طرح اپنے کاندھے پر رکھے ہوئے ہیں۔

قادیانی عقاید کو اگر جمہور مسلمانوں کے لئے درست بھی تسلیم

کرلیا جائے تو ختم نبوّت کے مسئلہ کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ لوگ اس سے انکار تو نہیں کرتے لیکن ایسی عجیب و غریب تاویلیں کرتے ہیں جنھیں عقل قبول نہیں کرتی۔ (اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو تاویلیں ہمارے مولوی کرتے ہیں وہ سب ماننے کے لایق ہیں آج کل اس بارے میں قادیانی حلقوں کی جانب سے جو کچھ لکھا جارہا ہے اس کی نوعیت زیادہ تر علمی اور فلسفیانہ ہے اور جس کی صورت تاویلی اور تنزیلی دونوں ہے۔ قرآن کے حوالے دیتے ہیں لفظوں کے عجیب عجیب معنی بیان کرتے ہیں صحابہ اور صوفیاء کے اقوال اور احادیث پیش کرکے اپنے دلایل کو مؤثر بناتے ہیں۔ اور یہ عمل اب اس حد تک ترقی کرگیا ہے کہ مرزا صاحب کے انفرادی اور تحریری خیالات کی نفی ہونے لگی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ جماعت مرزا صاحب کی رائے کے برخلاف استدلال اور معقولیت کا ساتھ دے رہی ہے۔

خود مرزا صاحب نے اقرار کے پردے میں جس طرح انکار کیا ہے اس کا مفصل حال تو ان کی تحریروں میں موجود ہے۔ البتہ اس کا لب لباب پیش کئے دیتا ہوں :—

۱ - اللہ نے نبوت محمد (صلعم) پہ ختم کردی۔
۲ - اب اگر نبوّت ملے گی تو محمد سے (اللہ سے نہیں) ؟
۳ - نمبر ۱ کے مطابق محمد آخری نبی ہیں
۴ - نمبر ۲ کے مطابق محمد خاتم انبیا ہیں
۵ - نمبر ۴ کے مطابق محمد نے انبیاء کی صداقتوں پر مہر ثبت کی
۶ - صرف امت محمدی نبوت کی حقدار ہے۔

۷۔ میں (یعنی مرزا صاحب) چونکہ اُمتی ہوں لہٰذا نبی ہوں۔

اس کے علاوہ ناسخ منسوخ، وفاتِ عیسیٰ، ظہورِ مہدی، اور حقیقت تصوف کے مسئلے بھی ایسے نہیں ہیں جنھیں سرسری سمجھا جائے۔

میں نے آج تک کبھی اس قسم کی بحثوں میں حصہ نہیں لیا۔ اور اگر کہیں اور سے کسی مذہبی حلقے سے یہ آواز اٹھتی تو توجہ بھی نہ دیتا۔ لیکن چونکہ یہ گفتگو آپ نے نگار میں شروع کی جو غالباً اس کے شایانِ شان نہیں لہٰذا میں نے اپنی ذاتی رائے لکھنا ضروری خیال کیا۔ ممکن ہے یہ غلط ہو یا صحیح۔ اس کا فیصلہ آپ کے ذمہ ہے۔ آپ نے اب تک جو کچھ لکھا اور چھاپا ہے غالباً وہ سب میری نظر سے گذرا ہے لیکن ایسی غیر ذمہ دارانہ بات جس میں حقیقت کے صرف ایک سبک پہلو کو الجھایا گیا ہے، یاد نہیں پڑتا کہ کہیں اور دیکھی ہو۔

مجھے احساس ہے کہ میں بڑی قطعیت سے گفتگو کر رہا ہوں لیکن اختلاف کو محض اختلاف سمجھتے ہوئے غالباً اس کا کوئی خیال نہ کریں گے بلکہ قدر کریں گے۔

جواب از طرف ایڈیٹر صاحب نگار

میں نے چاہا تھا کہ آپ کے خط کا جواب خط ہی کے ذریعہ سے دے کر خاموش ہو رہوں، لیکن اس خیال سے کہ ممکن ہے آپ ہی کی طرح بعض اور اصحاب بھی کچھ ایسے ہی شبہات اپنے دل میں رکھتے

ہوں، نگار کے ذریعہ سے گفتگو کرنا زیادہ مناسب نظر آیا۔

سب سے پہلے مجھے یہ حقیقت واضح کر دینا چاہیئے کہ احمدی جماعت کے متعلق میں نے جو خیال ظاہر کیا ہے اس کا خود میرے عقیدہ سے کوئی واسطہ نہیں، کیونکہ جس حد تک اصطلاحی ایمان کی تفصیل اور اس کے مابعد الطبیعاتی عقاید کا تعلق ہے (جس میں حشر و نشر، دوزخ و جنّت، وجود ملائکہ، بقاء رُوح و معجزہ وغیرہ کا مادی تصور شامل ہے) میرا مسلک کچھ اور ہے۔ میں ان میں سے کسی چیز کے مادّی و محسوس وجود کا قایل نہیں۔ لیکن میرا یہ انکار صرف اس لئے ہے کہ ان میں سے کوئی بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی اور نہ میرے نزدیک خدائے واحد کی صحیح عظمت کا تصور اس وقت تک ممکن ہے، جب تک ان تعینات مادّی سے بلند ہو کر اس کی کبریائی پر غور نہ کیا جائے۔ اور پھر یوں بھی طاعت و عبادت کیلئے "مے و انگبیں" کی لاگ مجھے پسند نہیں۔

تاہم میرا یہ انکار قطعاً غیر جارحانہ ہے۔ یعنی اگر کوئی جماعت بلندیٔ اخلاق کے حصول کے لئے ان تمام باتوں کا صحیح تسلیم کرنا ضروری سمجھتی ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں وہ شوق سے اپنے عقاید پر قائم رہے، بشرطیکہ ان عقاید کے مقابلہ میں وہ اصلاح اعمال و کردار کو ثانوی حیثیت نہ دے اور صرف ان عقاید یا ظاہری طاعت و عبادت ہی کو مذہب کا تنہا نصب العین نہ قرار دے جیسا کہ آج کل عام طور پر دیکھا جا رہا ہے

علماء اسلام سے میرے اختلاف کا باعث یہی ہے کہ وہ اسلام

کو رسمی طاعت و عبادت کی سطح سے اوپر لے جانا ضروری نہیں سمجھتے اور میں طاعت و عبادت کو ثانوی درجہ دے کر محض تزکیۂ نفس و اعمال کو اسلام کا حقیقی مقصود قرار دیتا ہوں۔ ممکن ہے آپ یہ خیال فرمائیں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ محض ظن و تخمین ہے لیکن میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ یہ بالکل حقیقت ہے۔ کیونکہ میں نے ایک بار مختلف جماعتوں کے علماء سے بھی استفسار کیا تھا۔ کہ اصل چیز عبادت ہے یا بلندی اخلاق ہے تو سوا چند احمدی علماء کے سب نے یہی جواب دیا تھا کہ اصل چیز شعائر اسلام کی پابندی ہے اور محض اخلاق کی پاکیزگی موجب نجات نہیں ہو سکتی۔

پھر ظاہر ہے کہ وہ شخص جو مذہب کا اتنا وسیع مفہوم اپنے سامنے رکھتا ہو وہ اگر کسی مذہبی جماعت کی بابت کوئی رائے قائم کریگا تو اس کے سامنے سوال صرف اس جماعت کی عملی زندگی کا ہوگا، نہ یہ کہ اس کے عقاید کیا ہیں اور اس کی طاعت و عبادت کے طریقے کیا؟ —— اور یہی وہ چیز تھی جس نے مجھے احمدی جماعت کی تعریف کرنے پر مجبور کر دیا۔ کیونکہ اس وقت تمام ان جماعتوں میں جو اپنے آپ کو اسلام سے منسوب کرتی ہیں، صرف یہی ایک جماعت ایسی ہے جو بانیٔ اسلام کی متعیّن کی ہوئی شاہراہ زندگی پر پوری استقامت کے ساتھ گامزن ہے —— اور —— گو اس کا احساس تنہا مجھی کو نہیں بلکہ احمدی جماعت کے مخالفین کو بھی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ مجھے اس کے اظہار میں باک نہیں اور ان کی رعونتِ نفس یا احساسِ کمتری اس اعتراف سے باز رکھتا ہے۔

بات بڑھتی جا رہی ہے لیکن غالباً بے محل نہ ہوگا اگر اس سلسلہ

میں یہ بھی ظاہر کردوں کہ گذشتہ نصف صدی کے عرصہ میں جو زیادہ تر مولویوں ہی سے جنگ کرنے میں گزرا ہے، میرا خیال کیوں احمدی جماعت کی طرف منتقل نہیں ہوا اور اب وہ کونسی نئی بات ایسی پیدا ہو گئی جس نے مجھے دفعتاً اس طرف متوجہ کر دیا۔

اس کا سبب صرف یہ ہے کہ میں اس عرصہ میں صرف اس بات پر غور کرتا رہا کہ مسلم جماعت کیوں اِسقدر اقتصادی زبوں حالی اور اخلاقی پستی میں مبتلا ہے۔ وہی قرآن جو صحابہ کے زمانہ میں تھا اب بھی جوں کا توں موجود ہے۔ وہی تعلیماتِ اسلامی جس کی بدولت عرب کے بادیہ نشینوں نے اکاسرہ و قیاصرہ کی عظیم الشان حکومتوں کا تختہ الٹ کر رکھ دیا تھا، اب بھی علیٰ حالہا قائم ہے۔ لیکن آج مسلمان وہ نہیں ہے جو پہلے تھا۔ یقیناً یہ رجعت قہقری ہم کو پیروانِ اسلام ہی میں نہیں بلکہ دوسرے مذاہب و ادیان کی تاریخ میں بھی نظر آتی ہے۔ اور جب ہم ان کے عروج و زوال کے اسباب پر غور کرتے ہیں تو صرف ایک ہی نتیجہ پر پہونچتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں انقلابات کتابوں نے نہیں بلکہ ہمیشہ شخصیتوں نے پیدا کئے ہیں۔ یعنی جب تک کوئی اُبھارنے والی شخصیت موجود رہی تو قوم بھی ترقی کرتی رہی۔ اور جب وہ شخصیت فنا ہو گئی تو قومی ترقی بھی رک گئی اور رفتہ رفتہ پھر لوٹ کر اسی نقطہ تک پہونچ گئی جہاں سے وہ آگے بڑھی تھی۔

اس لئے اگر مسلمان اس وقت تباہ و برباد ہیں تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان میں اب کوئی شخصیت ایسی موجود نہیں

جو عملاً ان کو تعلیماتِ قرآنی کی طرف لے جائے۔ حالانکہ ہمارے علماء و اکابرِ دین ہی میں سے کسی ایسی شخصیت کو اُبھرنا چاہیئے تھا لیکن نہیں اُبھری۔

یہ تجربہ اس میں شک نہیں میرے لئے بڑا دردناک تھا۔ اور اس خیال سے کہ ممکن ہے کوئی تحریک ہمارے علماء میں پھر زندگی پیدا کر دے، میں نے بعض عملی پروگرام بھی ان کے سامنے پیش کئے لیکن افسوس ہے اس تن پرور و عیش کوش جماعت نے مطلق توجہ نہیں کی اور جب ان کی طرف سے مایوس ہو کر میں نے دوسری جماعتوں کے حالات کی جستجو شروع کی، تو آخر کار نگاہ جا کر ٹھہری احمدی جماعت پر جیسا کہ میں اگست کے نگار میں ظاہر کر چکا ہوں۔ اس جماعت کے متعلق میں کوئی اچھا خیال نہ رکھتا تھا۔ لیکن جب میں نے اس کے مؤسّس و بانی کی زندگی، اس کی تعلیمات و تنظیم پر غور کیا تو ماننا پڑا کہ اس وقت صرف یہی ایک جماعت ایسی ہے جس نے اس نکتہ کو سمجھا کہ اصل ایمان محض اقرار باللسان نہیں بلکہ اقرار بالعمل ہے۔ اور اپنی مضبوط تنظیم و استقامتِ کردار سے زندگی کی راہیں بدل دیں، ذہنی اقدار بدل دئے، زاویۂ فکر و نظر بدل دیا اور مسلمانوں کو پھر اس راہ پر لگا دیا جو بانئ اسلام نے متعین کی تھی۔

پھر یہ بات ایسی نہیں جس پر کسی منطقی حجّت لانے کی ضرورت ہو، خود غور کیجئے کہ آپ کی اور احمدی جماعت کی زندگی میں کتنا نمایاں فرق ہے — آپ کے یہاں زندگی نام ہے منتشر

انفرادی تشخص کا، اور اُن کے یہاں مرکزی ہیئت اجتماعی کا۔ آپ کی اجتماعیت، افراد میں بٹ کر "ھباءً منثورا" ہو چکی ہے اور ان کے یہاں تمام افراد سمٹ کر صرف ایک "حبل المتین" سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ آپ کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور وہ اس بکھرے ہوئے شیرازہ کے اوراق کو اکٹھا کر رہے ہیں۔

ان کی سادہ معاشرت، ان کی سادہ زندگی، ان کا جذبۂ خلوص و صداقت احساس ایثار و قربانی، پاسِ عہد، پابندئ شریعت، اور سب سے زیادہ ان کی عملی استقامت اور شداید کے مقابلہ میں فلسفیانہ صبر و ضبط — یہ ہیں احمدی جماعت کے وہ بنیادی عناصر و اجزا جن پر اُن کے قصرِ اجتماعیت کی تعمیر ہوئی ہے اور جن سے اعراض کر کے دوسری مسلم جماعتیں اپنے وجود کو ختم کر چکی ہیں۔

پھر آپ ان حقایق کو تو سامنے رکھتے نہیں، اور مجھے اُلجھانا چاہتے ہیں۔ عقایدی فروع و زوابد میں جو میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

تو از آتش دُخاں بینی، من آتش از دُخاں بینم

آپ کو اس آگ میں صرف دھواں ہی دھواں نظر آتا ہے اور مجھے اس کے دھوئیں میں بھی آگ ہی آگ نظر آتی ہے۔

ولشتّان ما بین الخلّ والخمرِ!

بانئ احمدیت کے متعلق میرا مطالعہ ہنوز تشنۂ تکمیل

ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ مرزا صاحب کی سیرت، اُن کی تعلیمات، ان کی دعوتِ اصلاح، ان کے تفہیماتِ قرآنیہ، ان کے عقایدی نظریئے اور ان کے تمام عملی کارناموں کو سمجھنے کے لئے کتنا زمانہ درکار ہوگا۔ کیونکہ ان کی وسعت و ہمہ گیری کا مطالعہ "قلزم آشامی" چاہتا ہے اور یہ شاید میرے بس کی بات نہیں تاہم اگر اس وقت تک کے تمام تاثرات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے پر مجھے مجبور کیا جائے تو میں بلا تکلف کہہ دوں گا کہ وہ بڑے غیر معمولی عزم و استقلال کا صاحب فراست و بصیرت انسان تھا جو ایک خاص باطنی قوت اپنے ساتھ لایا تھا اور اس کا دعوائے تجدید و مہدویت کوئی با در ہوا بات نہ تھی"۔

اس سلسلہ میں آپ مجھ سے "کیوں اور کیا" کا سوال نہ کیجئے۔ کیونکہ یہ گفتگو بہت تفصیل چاہتی ہے۔ اور اس وقت موضوع کچھ اور ہے۔ تاہم آپ کے خط کے پیش نظر مجھے اس قدر ضرور عرض کرنا ہے کہ آپ نے جو الزامات اس جماعت پر قائم کئے ہیں ان میں سے اکثر بالکل لغو و غلط ہیں اور بعض مطلقاً آپ کے مزعومات سے تعلق رکھتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔

۱ - آپ کا یہ خیال کہ احمدی جماعت اسلامی ممالک میں اپنے حقیقی عقاید پیش نہیں کرتی، صحیح نہیں۔ اوّل تو آپ کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر غیر ممالک میں وہ انہیں عقاید کی تبلیغ

کرتے جو عام مسلمانوں کے ہیں تو یقیناً ان سے یہ سوال کیا جاتا کہ جب آپ کے عقاید بھی وہی ہیں جو مسلم جمہور کے، تو پھر ایک علیحدہ جماعت بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن آج تک کسی نے یہ سوال ان سے نہیں کیا۔ ان کے جتنے اخبارات و رسائل دوسری زبانوں میں شائع ہوتے ہیں ان کے مطالعہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ وہ اپنے عقاید کو کبھی نہیں چھپاتے اور علے الاعلان وہی کہتے ہیں جسے وہ حق سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود بانیٔ احمدیت کی کتابوں کے ترجمے بھی غیر زبانوں میں اسی غرض سے شائع کئے گئے کہ احمدیت کے صحیح مشن سے دُنیا آگاہ ہو جائے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ افغانستان میں ایک مبلغ کو تہ تیغ کیا گیا محض اس جرم میں کہ وہ احمدی عقاید کی تبلیغ میں مصروف تھا۔ اور دمشق میں بھی دوسرے مبلغ پر قاتلانہ حملہ اسی جرم میں کیا گیا۔ جب سنہ ۲۴ء میں بانی احمدیت ویمبلے کی مذہبی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لندن گئے تو جاتے ہوئے دمشق میں بھی قیام کیا۔ اور وہاں کے علماء سے بھی انہیں مخصوص عقاید کے پیش نظر مناظرہ ہوا۔ ان حالات میں آپ کا یہ ارشاد کہ غیر ممالک کے لئے ان کے تبلیغی اصول کچھ اور ہیں، یقیناً نادرست ہے۔ آپ نے یہ خیال غالباً لندن کے اسلامک ریویو کو دیکھ کر قائم کیا ہوگا۔ لیکن آپ کو شاید معلوم نہیں کہ اسے احمدی جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

۲ - کعبہ سے سنگِ اسود کا ایک ٹکڑا چرا لانے

کی تحریک کے متعلق اس کے سوا کیا عرض کروں کہ

سادگی ختم ست چوں آئینہ برنسیانِ ما

حیرت ہے کہ آپ نے اسے کیسے باور کر لیا۔ غور کیجئے کہ وہ ایسا کیوں کرتے؟ کیا اس لئے کہ وہ قادیان کو دُوسرا کعبہ بنانا چاہتے تھے۔ کیا اس لئے کہ وہ برکاتِ سماوی کا کوئی بڑا مہبط ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ حرمین کی عزت و عظمت کا جو تصور ان کے سامنے ہے وہ مشکل ہی سے کسی دوسری مُسلم جماعت میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس کا تعلق نہ سنگِ اسود سے ہے، نہ غلافِ کعبہ سے بلکہ اس حقیقت سے کہ اِن مقامات کو دُنیا کے سب سے بڑے نبی کے موطن و مہبط ہونے کی عزت حاصل ہے۔ اور یہ نسبت چرائی نہیں جاسکتی احمدی جماعت اور اس کے قائدین چاہے کچھ ہوں، لیکن اتنے احمق کبھی نہیں ہو سکتے کہ وہ اس حرکت سے خود اپنے مِشن کو ناقابلِ تلافی نقصان پہونچاتے۔

۳ - ربوہ میں قصرِ نبوت اور قصرِ امِ اقدس کے نام سے کوئی عمارت موجود نہیں، آپ کی اطلاع بالکل غلط ہے، خلیفہ کی قیام گاہ کا نام البتہ انہوں نے "قصرِ خلافت" رکھا ہے، لیکن انہوں نے ایک شخص کو خلیفہ و اِمام تسلیم کر لیا ہے تو ظاہر ہے اس کی جائے قیام کو "خلافت" ہی سے منسوب کریں گے۔ اور اسی نسبت سے اس کو یاد کرنا زیادہ مناسب ہے۔ ممکن ہے لفظ قصر پر آپ کو اعتراض ہو کہ اس سے بُوئے دولت

و ثروت آتی ہے۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عربی میں لفظ قصر مطلقاً جائے قیام اور گھر کے معنی میں مستعمل ہے یہاں تک کہ اگر ایک کوٹھری بھی پتھر چُن کر بنالی جائے تو اسے قصر کہہ سکتے ہیں۔

قادیان اور ربوہ میں نسبی و عقایدی سِلسلہ کے لوگوں کے لئے بے شک قبرستان موجود ہے جنہیں وہ "مقبرۂ بہشتی" کہتے ہیں۔ لیکن اس پر ناک بھوں چڑھانے کی کوئی وجہ نہیں اگر آپ مرنے والوں کے نام کے ساتھ مرحوم و مغفور کا اضافہ کرتے ہیں تو اُن کے مدفن کو بہشتی مقبرہ کہنے میں کیا حرج ہے۔ اگر مرحوم و مغفور کہنا کوئی تمنا یا دُعا ہے تو قبرستان کو بھی بہشت سے منسوب کرنا اسی قبیل کی چیز ہے۔ رہا یہ امر کہ وہ فحاشی کا گھر ہیں سو احمدیت کے خلاف ایسے اوچھے ہتھیار استعمال کرنا مناسب نہیں، کیونکہ اس سے اُن کو تو کوئی نقصان نہیں پہونچتا، آپ ہی کا احساسِ کمتری ضرور سامنے آجاتا ہے۔

۴ - آپ نے ایک جگہ یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ ان کی تحریک قرامطہ و باطنیوں کی سی تھی۔ یہ پڑھ کر میں حیران رہ گیا۔ معلوم ہوتا ہے نہ آپنے قرامطہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اور نہ احمدی جماعت کی زندگی کا کجا قرامطہ و باطنیین جن کی تحریک کی بنیاد ہی قتل و خونریزی پر قائم تھی، اور کجا احمدیین جن پر ہمیشہ ظلم کیا گیا اور جنہوں نے اپنے شجرِ ایمان کی آبیاری ہمیشہ اپنے خون سے کی۔ حال ہی میں پاکستان کے اندر محض ایک جھوٹے پروپاگنڈا پر کہ وہ رسول اللہ کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتے

انتہائی بے دردی کے ساتھ ان کو قتل و ذبح کیا گیا۔ لیکن یہ سب کچھ انہوں نے انتہائی صبر و ضبط سے برداشت کیا۔ اور آخر کار اسی سرزمین میں جہاں ان کا خون بہایا گیا تھا، ربوہ میں اپنا زبردست ادارہ قائم کر کے دکھا دیا کہ

عشق ہر جا می رود مارا بہ ساماں می برد

۵۔ آپ نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ آج کل مرزا صاحب کی تحریروں کو ایک عظیم فلسفہ کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے — اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سے قبل اس حیثیت سے پیش نہیں کیا جاتا تھا، حالانکہ مرزا صاحب کی جو تحریریں اب پیش کی جا رہی ہیں وہ پہلے بھی موجود تھیں اور اگر ان تحریروں میں آج فلسفہ پایا جاتا ہے تو پہلے بھی پایا جاتا ہوگا۔ آپکا یہ اعتراض بالکل میری سمجھ میں نہیں آیا۔

۶ — آپ نے اس امر کے ثبوت میں کہ مرزا صاحب، رسول اللہ کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے تھے اور اس پر جو صغریٰ کبریٰ قائم کیا ہے وہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ آپ ایک طرف خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ محمدؐ کو خاتم النبیین سمجھتے تھے اور دوسری طرف اس کی تردید بھی کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو یقیناً ظلِ نبوی یا مہدی موعود سمجھتے تھے، لیکن ان کا یہ کہنا عقیدہ "خاتم النبیین" کے منافی نہیں کیونکہ جس نبوت کو وہ آخری نبوت سمجھتے تھے، اس کا انہوں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا اور جس ظلی ملکۂ نبوت کا حامل وہ اپنے آپ کو کہتے تھے، وہ کوئی نئی چیز نہیں۔ رسول اللہ نے خود اپنی امت کے علماء کو انبیاءِ بنی اسرائیل ظاہر کیا ہے اور مرزا صاحب یقیناً امتِ محمدی ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

مرزا صاحب کے دعاوی میں اہم ترین دعویٰ یہی ہے کہ وہ مجدد تھے۔ سایۂ نبوی تھے، مہدی موعود تھے، لیکن ان سب کا مفہوم ایک ہی تھا، یعنی یہ کہ وہ احیاءِ دین کے لئے مامور ہوئے تھے اور اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے یقیناً اخلاقِ اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا دی، جس کی زندگی کو ہم یقیناً "اسوۂ نبوی" کا پرتو کہہ سکتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مہبط وحی و الہام بھی کہتے تھے۔ بظاہر یہ الفاظ بہت خطرناک نظر آتے ہیں، لیکن اس مسئلہ پر نگار میں ہم بحوالۂ آیات قرآنی کافی تفصیل کے ساتھ ظاہر کر چکے ہیں کہ وحی و الہام انبیاء کے لئے مخصوص نہیں اس میں حیوانات بھی شامل ہیں یہاں تک کہ نہ صرف تقویٰ بلکہ فسق و فجور کے میلان کو بھی الہام ہی سے تعبیر کیا گیا ہے (فالھمھا فجورھا وتقوٰھا)

اب رہا یہ امر کہ مرزا صاحب واقعی مہبط الہام تھے یا نہیں اور ان کے الہامات کیا اور کیسے ہوتے تھے یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر ہم آئندہ کسی وقت تفصیلی گفتگو کریں گے۔

ناسخ و منسوخ اور وفاتِ عیسیٰ کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ہمارے بعض علماء متقدمین کو بھی اتفاق ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ مرزا صاحب نے حالاتِ حاضرہ کے پیش نظر اسے زیادہ زور و قوت کے ساتھ

پیش کیا ہے۔

رہا معاملہ مہدی موعود ہونے کا سو اس پر ہمیں آپ کو غور کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ دراصل چیلنج ہے غیر احمدی علماء کے لئے جو خود بھی احادیث و روایات سے ظہورِ مہدی کا استدلال کرتے ہیں اور مرزا صاحب انہی احادیث و روایات سے اپنے آپ کو مہدی موعود اور مثیلِ مسیح ثابت کرتے ہیں۔ اس مسئلہ پر بھی مجھے بسیط بحث کرنا ہے۔

یہاں تک تو آپ کے اعتراضات کا جواب تھا۔ لیکن اب مجھے اس سے ہٹ کر بھی کچھ عرض کرنا ہے وہ یہ کہ آپ اس باب میں خود تحقیق و جستجو سے کام لیجئے۔ دوسروں کے کہنے پر اعتماد نہ کیجئے۔ اور اگر آپ نے ایسا کیا تو مجھے امید ہے کہ آپ کو بھی اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ بانیٔ احمدیت واقعی غیر معمولی فکر و نظر رکھنے والا انسان تھا اور قدرت کی طرف سے ایک خاص ذہنی قوت لے کر آیا تھا۔ جس نے ہر ہر قدم پر اس کی رہبری کی۔ اور تعمیر اخلاق و کردار کی ایک بڑی یادگار اپنے بعد چھوڑ گیا۔

می گویم و بعد از من گویند بدستانہا

خط و کتابت اور لٹریچر کے حصول کے لئے ذیل کے پتہ پر لکھیں
ناظر دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

(مطبوعہ راما آرٹ پریس امرتسر)